نغمہ معرفت

مصنفہ

سرکار حجۃ الاسلام علامہ ہندی مدظلہ

حسب فرمائش

حاذق الاطباء عالیجناب حکیم ہاشم علی صاحب [illegible]

باسمہ سبحانہ ولہ الحمد

چونکہ انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب عادی ہو چکے ہیں کہ جو چیز ان کی سمجھ میں نہ آئے اس سے صاف انکار کر دیں اور جاننے والوں سے پوچھ گچھ میں تضیع اوقات سمجھیں اس لئے ضرورت ہے کہ کثرت سے ایسے مختصر رسالے مختلف زبانوں میں پیش ہوتے رہیں جس کیوجہ سے مختصر وقت میں ان کی تضیع اوقات ہونے سے محفوظ رکھتے ہوئے اور ناول وڈرامہ دیکھنے کی کافی مہلت دیتے ہوئے جو ان کی نظر میں وقت کا بہترین مشغلہ ہے حرج نہ ہو، اس لئے یہ مختصر رسالہ "نغمۂ معرفت" پیش کیا جارہا ہے تاکہ کم از کم اصول دین سے تو باخبر ہو لیں۔ و باللہ التوفیق

۱
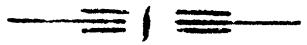
قانون ارتقا مکمل ہونے پر ختم ہوجاتا ہے

قانون ارتقا کیا ہے، دنیا کی ہر وہ شے جو کامل ترقی کرے، اور جس کے منازل ترقی کے تجربتاً ختم ہوجانے کے بعد ترقی بند ہوجاتی ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ دنیا میں اب وہ ترقی نہ ہوگی زمین اور اسکی پیداوار کے متعلق بالیقین یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ کرۂ زمین کی ترقی کے تابع رہ کر ترقی کرتے رہے، زمین لاکھوں سال اپنے جیالوجی دوروں کو پورا کرکے موجودہ ترقی کی حالت میں آئی ہے اور اس کی پیداوار بھی آہستہ آہستہ اس موجودہ ترقی تک پہونچی، موجودہ حالت کو زمین اور اس کی پیداوار کے ہزاروں سال سے دیکھتے ہوئے ہمارا صحیح یہی حکم ہوگا کہ نہ کرۂ زمین اپنی موجودہ ترقی سے آگے بڑھیگا یعنی آئندہ چاندی سونے کی زمین نہ بن جائیگی، درجۂ ترقی آخری ہے، اسیطرح اسکی پیداوار اگنے والی چیزیں اور جانداروں میں جانور اور انسان بھی اپنی آخری ترقی کی منزلوں کو پہونچکر ترقی ختم کر چکے، آئندہ جو بھی ہونیکا امکان ہو لیکن اس آئندہ زمانے پر قدم دھرنے والے اس تبدیل شدہ حالت پر بحث کریں گے ہم ذمہ دار نہیں ہیں نہ اسمیں پڑنا ہمارا فریضہ ہے، ہم یقین کے ساتھ کہیں گے کہ حد کمال

کے بعد ترقی بند ہو جاتی ہے، آئندہ کیا ہوگا وہ آنیوالے جانیں اسی طرح سے زمین کی پیداوار کے متعلق یہ یقینی بات ہے کہ جیالوجی دوروں میں جب زمین میں تولید کی صلاحیت پیدا ہوئی تو سب سے پہلے نباتات پیدا ہوئے، ان کے بعد وہ جانور جن کو نباتات کے تغذیہ کی ضرورت تھی پیدا ہوئے، ان کے بعد وہ جانور پیدا ہوئے ہوں گے جن کی غذا نباتات اور ابتدائی کیڑے مکوڑے تھے، انسان کیواسطے چونکہ زمین کی تمام پیداواروں کی ضرورت تھی لہذا وہ سب سے بعد اس کرۂ زمین پر آیا یہ سلسلہ تولید کا تو یقینی ہے۔

اب احتمالات و تخیل کا دور آتا ہے جن میں سے قدیم زمانے والوں کا یہ خیال ہے کہ نباتات اور جاندار "ڈاردن" کے نظریہ کے مطابق پیدا نہیں ہوئے اپنی اپنی نسل کی ہر ایک پیداوار ہر اسی کی تائید اسلام بھی کرتا ہے، جدید خیال ڈاردن کا ہے وہ کہتے ہیں کہ بجز ابتدائی آبی کیڑے کے کوئی جاندار ابتدا میں پیدا نہیں ہوا، وہی کیڑے کی نسل ادنٰے سے اعلیٰ کیطرف ترقی کر کے بدلتے ہوئے ہر قسم کے جانور بن گئے اور وہی نسل بڑھتے بڑھتے بندر اور انسان ہو گئی۔ ہر دو خیالات کو باہم زور آزمائی کرنے دو فلاسفہ جدید خود بھی اب "ڈاردن" کی تھیوری کو چوم چاٹ کر چھوڑ چکے ہیں، ہمارے موضوع کتاب سے اسکا فیصلہ خارج از بحث ہے ہمکو تو دونوں خیالات کے درمیانی راستہ اور امر مشترکہ سے بحث ہے اور وہ یہ ہے کہ بیشک انسان سے پہلے کیڑے مکوڑے پیدا ہوئے ہوں گے جب ان سے بڑا کوئی جانور زندہ رہنے کی صلاحیت زمین نے پیدا کی اسوقت وہ صنفیں پیدا ہونا شروع ہوئیں اور عرصہ دراز تک ادنیٰ قسم کے کیڑے زندگی بسر کرتے رہے ہوں گے اس کے بعد عرصہ دراز تک بڑی قسم کے جانور پیدا ہوتے ہوں گے اور کبھی کوئی نئی قسم کی پیداوار ہوتی ہوگی یہاں تک کہ جب زمین اپنی ترقی شدہ دور پر پہنچی تو حضرت انسان تشریف لائے ہوں گے "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" (   ) فی الحقیقت وہ جیالوجی دور خلقت و تکوین کا انسان کیواسطے بہترین دور تھا اس لئے انسان زمین کی بہترین

پیداوار ہوگا اور اشرف المخلوقات کہے جانے کا مستحق ہوگا، جیسا کہ قرآن مجید کا بیان ہے، اور چونکہ انسان کی خلقت کے بعد اس سے بہتر و اشرف زمین کی کوئی پیداوار سامنے نہیں آتی ہے لہذا اقرار کرنا ہوگا کہ ارضی پیداوار میں اب نشو و ارتقا ممکن نہیں ترقی کے مرحلے ختم ہوگئے۔

۲

اِنسانی پیداوار

قرآن مجید نے انسانی خلقت کے بارے میں صاف اور واضح الفاظ میں فرما دیا،

لقد خلقنا الانسان من صلصال من حماءٍ مسنون۔ (سورۂ حجر) انسان اس کیچڑ سے پیدا کیا گیا جو گرم پانی سے گندی ہوئی مٹی تھی۔ فلسفۂ جدید کی قرآن نے جتنی بھی تائید کی ہے وہ صرف اتنی ہے کہ کیڑے مکوڑوں کے مانند ابتدائی انسان کو بھی مٹی سے پیدا کیا تھا اور ڈارون،، کی تائید نہیں کی یعنی کیڑے سے ترقی کرکے انسان نہیں بنا وہ بھی ایک مستقل زمین کی پیداوار ہے، جیسے نباتات وحیوانات نہ کیڑے سے نباتات وحیوانات بنے نہ انسان اور یہ پیداوار زمین کی محض نظام قدرت کے ماتحت ہیں، خالق کی بخشی ہوئی تاثیر تخمیر سے ہے خود بخود نہیں ہے۔

زمین جب اس دور ترقی پر پہونچ گئی اور انسان ایسی ترقی یافتہ فرد پیدا ہو چکی تو بیشک قانون ترقی مکمل ہو جانے کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔

۳

قانون توارث

قانون ارتقا ختم ہو جانے کے بعد اسکی جگہ قانون توارث لے لیتا ہے، دیکھو سیاروں کو

جس طرح سے وہ وراثت میں آفتاب کی نسل سے ہیں اور اسی کی جدا شدہ مشعلوں سے بنے ہیں اسی طرح سے اقمار زمین کی نسل سے ہیں اور زمین کی پیداوار ہیں جسکو علمائے ہیئت جدید نے مان لیا ہے، اسیطرح ہاتھی ہاتھی سے اونٹ اونٹ سے گائے، گھوڑا، گدہا اپنی اپنی نسلوں سے پیدا ہوتے ہیں اور قانون وراثت اب کام کر رہا ہے، قانون ارتقا ختم ہوچکا یہی حال انسان کا بھی ہے قانون ارتقا ختم ہوچکا اور اسکا سب کام ختم ہوچکا، اب اولاد میں بھی وہی بات پیدا ہوگئی ہے جو ان کے ماں باپ میں ہوتی تھی یعنی توالد و تناسل اب مٹی اور کیچڑ سے کوئی آدمی پیدا نہیں ہوتا، قرآن نے بتا دیا ہے۔ خلقنا کل شئی من زوجین " (سورہ) قانون وراثت بتایا جاتا ہے کہ خالق کائنات نے ہر شے کو دو دو کے ملنے سے پیدا کیا ہے چاہے وہ زمین کی نباتی چیزیں ہوں چاہے جانداروں کی، یہی قانون تولید کا ان چیزوں میں جاری ہے جن کو انسان جانتا بھی نہیں ہے الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون (سورہ یٰس)، اب تک نباتات میں کس نے توالد و تناسل کے قانون کو سمجھا تھا، جدید علم النبات میں ثابت ہوا ہے کہ وہ بھی اسطرح سے کہ پودا نکلنے پر حیوانات کے ذریعہ پوڈر کی شکل میں تولید کا مادہ نر سے مادہ تک پہنچتا ہے، ممکن ہے توالد و تناسل کا مادہ صرف اسی شکل میں منحصر نہ ہو بلکہ تناسل کا سلسلہ تخم میں زمین کے اندر ہی شروع ہوجاتا ہو اور تخم کے دو حصوں دو ڈالوں میں سے ایک نر دوسرا مادہ ہوتا ہو اس لئے کہ تخموں کے دو حصوں کا ہونا شبہہ میں ڈالتا ہے، آئندہ کی فلسفی تحقیق کا انتظار ہے بہرحال سیکڑوں سال بعد نباتات کی تناسلی حالت کا علم ہوا اور اب بھی قرآن مجید بہت سے موجودات میں تناسل کو بتاتا ہے جسکا علم ابھی تک انسانوں کو نہیں ہے ومن کل شئی خلقنا زوجین لعلکم تذکرون (سورہ ذاریات) ہر شئے کو ہمنے جوڑا جوڑا بنایا شاید تم یاد کر دیعنی وقت آنے اور معلومات بڑہنے پر تمکو تعلیم یاد آوے اور اس کی صداقت پر ایمان لاؤ اور جوں جوں اشیاء میں جوڑا جوڑا ہونا سائنس معلوم کرے تعلیمات الہیہ کی تصدیق ہوتی رہے۔

دیکھو ہر شے میں قانون ارتقا کیجگہ قانون وراثت نے لے لی، قانون وراثت پہلی ہی فرد سے

شروع ہوگیا۔ بندر و بن مانس سے انسان نہیں بنا۔ حضرت آدم کی خاص قسم کی ولادت بے تو الد و تناسل ہوئی ہے۔ اُن کی اولاد بذریعہ تناسل پیدا ہوتی گئی۔ قانون ارتقا مادے میں ختم ہو کر عقلی قابلیتوں میں اب یہی کام کر رہا ہے۔ جس سے اس وقت ہم کو بحث نہیں ہے۔ ہم صورت و جسم میں بحث کر رہے ہیں وہ اب کمال ترقی پر پہونچ چکی ہے۔ مستقبل میں انسان دس آنکھ والا۔ سو زبان والا دو پیر والا، جو کچھ بھی ہو جاوے ہم کو تو موجودہ انسان سے بحث ہے اور اس کے منازل ترقی سے بحث ہے جو اب ختم ہو چکا ہے۔ عقلی ترقی سے انسانی شکل و صورت میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔ یورپ کا فلاسفر اسی طرح سے انسان ہے جیسے افریقہ کا وحشی انسان ہے لہذا یہ کہنا کہ قانون ارتقا کبھی ختم نہیں ہوتا، غلط ہے۔ موجودات عالم کی سیکڑوں مثالوں سے ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ قانون ارتقا کمال کو پہونچ چکا۔ وہ بند ہوا اور انسان مادے کی انتہائی شکل ہے اس کا ارتقا بھی ختم ہوا۔ یہی وہ آخری بات ہے جس سے ہماری تمام آنے والی بحثوں کا تعلق ہے۔

۴

انسانی علم کا تعلق صرف اشیا کے متعلقات تک محدود ہے!

مادی علوم میں انسان مادے کی حقیقت نہیں بتا سکتا اس کا مبلغ علم صرف اتنا ہے کہ چند وصف شے کے گنوا دے اور اس کے علم کی صحت کا معیار یہ ہے کہ ایسے صفات اور تعلقات تک پہونچ جاوے جو واقعی مادے کے اندر موجود ہیں اور غلطی یہ ہے کہ ایسے تعلقات اور اوصاف کا تعین کرے جو اس شے میں نہیں ہیں۔ مثلاً ہم آکسیجن کتنا ہی تحلیل و تجزیہ کریں اس کی حقیقت سے نا آشنا ہی رہیں گے۔ صرف اس کے چند وصف بیان کر سکیں گے مثلاً یہ کہ وہ بسیط ہے اس کے اندر کوئی دوسرا جز نہیں ہے۔ انسان و حیوان و نباتات کی زندگی کا اس پر انحصار ہے۔ پس اگر ہم نے اس کے وہی اوصاف بیان کئے جو واقعی ہیں تو ہمارا علم اس کی بابت صحیح ہے اور اگر اس کے خلاف کوئی اور یقین ہو گیا۔ تو ہمارا علم غلط ہے۔ ہربرٹ سپنسر

سلسلہ اپنی کتاب "فرسٹ پرنسپلز" باب ۴ خلاصہ صفحہ ۸۲ سنہ ۱۸۶۰ء میں لکھتے ہیں:۔
سائنس کی جتنی بھی ترقی ہوگی اُس سے صرف اندرونی اور بیرونی تعلقات کی تکمیل ہوگی مثلاً ایک چڑیا کسی نباتی شئے کی خاص خوشبو سے اُسے کھانے لگتی ہے اس وقت اُس کے اندرونی خوشبو کا ایک خاص تصور حرکت پیدا کرتا ہے یعنی خوشبو جو بیرونی چیز ہے اس سے چڑیا کے دل میں ایک تصور پیدا ہوتا ہے اور جیسا کہ خوشبو کا درخت سے تعلق ہے۔ ویسا ہی اس تصور کو کھانے سے تعلق ہے اسی طرح چڑیا کے قد و قامت، رنگ ڈھنگ اور قرب بعد کی نسبت کو دیکھ کر چڑیا کے دل پر ایک اثر ہوتا ہے اس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ اس کے کھانے کو دوڑتی ہے اور اسی طرح سے باز چڑیا کو دیکھ کر چڑیا کی اندرونی حرکات سے زائد پیچیدہ اعصابی اور جسمانی حرکات کے ساتھ چڑیا پر جھپٹتا ہے اور ان سب کے اوپر شکاری ہے۔ جو باز کی شکل اور اُس کے قرب و جوار کے علاوہ معدنیات کے اثر اور مختلف کام کرنے والے قوانین قدرت کے اوضاع و اطوار سے متاثر ہو کر بندوق بناتا ہے اور بارود بھر کر اس کے اثر کا قانون دریافت کرکے باز کو مارنا چاہتا ہے۔ پس چونکہ زندگی اپنے تمام مظاہر بہ شمول قوت عقلیہ انتہائی درجہ تک اندرونی و بیرونی تعلقات کی ایک مسلسل مطابقت اور درستی کا نام ہے اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے علم کو محض تعلقات سے تعلق ہے اس کی نہایت سادہ شکل یہ ہو کہ اندرونی حالت اور بیرونی وسائل کا کسی قدر علم ہو جیسے چڑیا کو خوشبودار کھانے کے تعلق کا علم ہے اور اس سے اعلیٰ شناخت ذرا اور پیچیدہ اندرونی و بیرونی تعلقات کو معین کر لینا ہے۔ جیسے انسان نے باز، لوہا، بارود کو دیکھکر جانور مارنے کا طریقہ معلوم کر لیا۔ عقل و ذہانت کی یہ کارروائی کیسی اعلیٰ ہو صرف تعلقات معلوم کرنے تک محدود ہے اور وسائل کو صرف اتنا جاننا ہے کہ کون چیز کس کے ساتھ ہوتی ہے (مثلاً خوشبو کے ساتھ نباتی شئے) یا کس چیز کے بعد کونسی چیز آتی ہے (مثلاً بندوق چلانے کے بعد جانور کا مرنا) صداقت اسی کا نام ہے کہ ہم تعلق کو ٹھیک معلوم

کرلیں۔ وغلطی یہ ہے کہ تعلق کو ٹھیک معلوم نہ کرسکیں۔ فکر عقل سمجھ تعلق کے دریافت کرنے کا نام ہے اس لئے قوت، فکر و سمجھ، وعقل تعلق سے آگے نہ بڑھے گی۔ اسلام میں صرف اسی کی سخت تاکید ہے کہ تعلق معلوم کرلو اور اُس کے معلوم کرنے میں سہلا کاری کبے پروائی نہ برتو۔ افلا یتدبرون "کیا تم غور نہ کروگے"۔ افلا تعقلون "کیا تم نہ سمجھوگے"۔ "افلا یتفکرون" کیا تم فکر نہ کروگے۔ غافل انسان کو تعلق معلوم کرنے پر متوجہ کیا گیا ہے اور تعلقات نہ معلوم کرنے والوں کو مجرم قرار دیا ہے۔ اسی لئے حقیقت روح کی معلوم کرنے والوں کو قرآن مجید نے صاف جواب دیدیا تم مادے کی حقیقت کب جانتے ہو جو روح کی حقیقت پوچھ رہے ہو۔ "قل الروح من امر ربی" (سورہ بنی اسرائیل) روح تو خدا کا حکم ہے۔ قرآن بھر کو دیکھ لو۔ اشیاء، موجودات کے تعلقات وصفات کو بتایا ہے کہیں بھی کسی شئے کی حقیقت نہیں بتائی۔ بہشت۔ دوزخ۔ زمین و آسمان۔ تارے۔ سب کا ذکر ہے۔ حقیقت کا علم انسانی قوت وعلم و ذہانت سے بالا تر ہے۔ اس لئے اُس کا کوئی علم نہیں دیا گیا۔ "وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" (سورہ بنی اسرائیل)

۵

مذہب خالق و مخلوق کا تعلق بتاتا ہے

مذہب بھی خالق کی حقیقت نہیں بتاتا صرف خالق ومخلوق کے تعلقات کو بتاتا ہے اور مادی اشیاء کی حقیقت اسرار غیر منکشفہ ہیں اس بنا پر نہ وجود مادیات سے انکار کیا جاتا ہے نہ اُن میں تصرفات و استعمالات کو دنیا کی کوئی فرد ترک کردیتی ہے اس لئے کہ وہ مجہول الحقیقت ہیں لیکن قیامت ہوجاتی ہے اگر ایک لامحدود محیط کل واجب الوجود ذات کا نام آجاتا ہے۔ اور حقیقت اُس ذات کی نہ معلوم ہونے کی بنا پر اس کے وجود معروف کے اقرار کو غیر ضروری سمجھ لیتے ہیں اور اس لئے جان بوجھکر خالق ومخلوق کے تعلقات کو سرے سے نظر انداز

کر دیتے ہیں۔

جملہ مذاہب کا صرف یہی کام ہے کہ خالق و مخلوق کے باہمی تعلق سے گفتگو کرے اور کسی نہ کسی طرح سے اُن کو واضح کرے۔ ایک کہتا ہے کہ خالق و مخلوق کا تعلق یہ ہے کہ ایک ہی ہستی مختلف مظاہر (یعنی اشیاء) میں جلوہ گر ہے۔ دوسرا کہتا ہے کوئی ہستی ہے جس نے دنیا کو نیست سے ہست کیا۔ تیسرا کہتا ہے مادہ جو موجود تھا۔ پہلے سے کسی نے اُس کو مختلف شکلیں دیں۔ چوتھا کہتا ہے۔ جب تک خدا خاص شکل میں محسوس نہ ہو۔ کوئی انسان اُس تک نہیں پہونچ سکتا۔ پانچواں کہتا ہے جب تک خدا تمام موجودات محسوسہ و معقولہ (یعنی حواس و عقل) سے جُدا و علیحدہ نہ دیکھو گے۔ اس وقت تک خدا تک نہیں پہونچ سکتے۔ یہ سب تعلقات ہیں۔ حقیقت کا اظہار ایک نے بھی نہیں کیا ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ صرف ان تعلقات کی جانچ کریں کہ کون مذہب صحیح تعلقات خالق و مخلوق کے بین قائم کر سکا اور کون عاجز رہا۔ متضاد خیالات صحیح نہیں ہو سکتے کہنا ہوگا کہ ان میں کا ایک ہی صحیح تعلقات کی ترجمانی کرتا ہے یا یہ کہنا ہوگا ان میں کا ایک بھی صحیح ترجمانی نہیں کرتا۔ جو بھی صحیح تعلقات کی ترجمانی کررہا ہے۔ بیشک وہ ترقی کی منزلوں کے کمال تک پہونچکر مذہبی ترقی کی منزل ختم کر چکا اور خاتم الادیان اور آخری مذہب اور غیر متبدّل مذہب اور لازوال مذہب کہے جانے کا مستحق ہوگا اس لئے کہ انتہا اور کامل ترقی کی تو شان ہی یہ ہے کہ جس کے بعد ترقی نا ممکن ہو۔ اسی کا دعویٰ اسلام کر رہا ہے۔ اپنے کو خاتم الادیان اور آخری اور غیر متبدّل مذہب ہونے کا مدعی ہے "ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً" (سورہ فتح) قانون مذہبی غیر متبدّل ہے۔ اُس میں کمی زیادتی کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے" "الیوم أکملت لکم دینکم" (سورہ مائدہ) آج کے دن تمہارا دین کامل ہو گیا۔ زمانے بدلیں۔ انسانی ضرورتیں بدلیں تو بھی بدلیں ماحول بدلیں۔ دین الٰہی میں کمی، زیادتی محال ہے۔ اس لئے کہ اُس کی حد بندی خدا نے کر دی اور اُس کے ارتقائی منازل کو ختم کر دیا

کسی کی جد تیں، کاوشیں اصول عقلیہ کے خلاف خدائی قوت سے سر ٹکرا ہے دبس۔ لیکن اگر تمام مذہبی تعلقات کو خالق و مخلوق کے جو مذکور ہوئے غلط مان لیا جاوے تو بیشک کہنا ہوگا کہ آیندہ ترقی ممکن ہی نہیں بلکہ ضروری ہے اس لئے کہ مذہبی ارتقا کامل نہیں ہوا۔ پھر سوال ہوتا ہے موجودہ زمانے میں جو ارتقائی منزل ہے اور جس پر فی زمانتا ارتقا رک گیا ہے وہ کیا ہے اور اُس سے پست تخیلات تعلقات کے کیا ہیں جس طرح ہم کو آیندہ مادی ارتقا میں نئی دنیا کا انتظار کرنا ہوا اور بحیث مادیات میں منحصر موجودہ دنیا میں ہو گئی ہے اُسی طرح سے موجودہ مذہب کی ارتقائی شکل پر عقلاً سب کو ٹھہرنا ہوگا اور آنے والے زمانے کی نئی دنیا کو اُن دنیا والوں پر چھوڑنا ہوگا۔ ہم جس دنیا میں نہیں ہیں اُن سے بحث کا کام اس دنیا والوں کا نہیں ہے۔ ہم کو تو صرف اس وقت یہ جانچنا ہے کہ موجودہ نظریہ خالق و مخلوق کے تعلقات کو جس قدر بھی بیان ہوئے اُن میں سے کونسا نظریہ ارتقائی منزلیں طے کر کے کامل ہو سکتا ہے یعنی کس نظریئے میں صداقت ہو اور جس میں سب سے زائد صداقت ہوگی۔ اُسی پر سب کو عمل کرنا ہوگا اس لئے جب تک عقل کو معلوم قوانین دریافت کرنے کی استعداد پیدا نہیں ہوتی عقل کا فرض ہے کہ موجودہ معلومات میں جو سب سے برتر ہو اُس پر عمل کرے اور اُس سے پہلے کی معلومات جن کی غلطی ثابت ہو چکی ہے اُن کو ترک کرے۔ یہی دنیا والوں کا صحیح طرز عمل ہے۔ اس کو قرآن مجید نے مختلف الفاظ میں کہا ہے کہ تقلید آبائی اور پچھلوں کے غلط رویّہ کی غلطی معلوم ہو جانے کے بعد اسی کا پابند رہنا سراسر غلطی و مضحکہ خیزی ہے منازل ارتقائی کو چھوڑ کر پستی میں پڑے رہنا یہ نہ بھلائی ہے نہ کوئی عقلی خوبی ہے۔ قالوا انا وجدنا آبائنا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون ہ (سورہ زخرف) سابق کے جہال کسی دلیل و برہان کو نہ سنتے ہوئے صرف باپ دادا کے رویّہ کو اپنا راہنما بنائے ہوئے تھے غرض ہم دین کامل پر پہونچیں یا بحالت موجودہ سب سے بہتر مذہب پر عامل ہوں۔ دونوں حالتوں میں عملی نتیجہ ایک ہی ہوگا یعنی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا اور بہترین مذہب کو آیندہ کی اُمید پر

چھوڑے رکھنا ویسی ہی غلطی ہوگی۔ جیسے مسافت طے کرنے کے لئے اُونٹ کی سواری پر سفر نہ کرنا اور ریل و جہاز و ہوائی سفر کرنے کی مشینوں کا انتظار کرنا۔ حال بیکار گذار دینا۔ مستقبال کی اُمید پر ہم تو عقلا کی صف میں اس کی کوئی مثال نہیں پاتے اور قوموں نے انتظار میں وقت کاٹنا والی انتہائی قومی اجتماعی ملکی نقصانات دیکھے ہیں۔ جس سے تباہی، بربادی، ہلاکت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اور عقلا مدبرین نے ایسے لوگوں کے حق میں کھلے فتوے دئے ہیں یہ کہکر اس نے وقت ضائع کیا۔ وقت کی قدر نہ کی۔ بے تدبیری سستی و کاہلی کی غرضکہ ہر طرح کے الزام اٹھائے اسی کو جناب امیر نے ایک دہریہ سے فرمایا تھا۔ جب اس نے وجود خدا پر دلیل مانگی میرے اقرار اور تیرے انکار پر اگر خدا نہیں ہے تو نہ میرا ضرر نہ تیرا ضرر ہے۔ لیکن اگر خدا ہے تو میرا اقرار مجھکو فائدہ دیگا اور تیرے انکار پر تیرا ضرر ہوگا تو خود فیصلہ کر۔ نفع اقرار میں ہے یا انکار میں؛

غرضکہ مذہب کے ارتقا کا یہ معیار ہے کہ جو خالق و مخلوق۔ عبد و معبود کے تعلقات کو ارتقائی شکل میں پیش کرے اور جب مذہب کی ارتقائی شکل سامنے آجاوے تو مجبور کہنا ہوگا کہ یہی.... خاتم المذاہب خاتم الادیان اور مکمل مذہب ہو۔

۶

مذہب کا ارتقا

سب سے ابتدائی مذاہب جو دنیا میں پائے جاتے ہیں ان میں بالکل محسوس شے اور معین چیز کو اور اکثر اوقات ایسی کئی کئی چیزوں کو معبود مانا گیا ہے اور اس طرح سے خدا کو محسوس، محدود، مقید، ناقص، فانی اور متغیر سمجھا گیا ہے اور چونکہ یہ سب شکلیں ابتدائی انسان کے تخیلات تھے اس لیے جس قدر اس کے مابعد مذاہب ہیں جو شکلیں پیدا ہوئیں اور ان سب شکلوں کو ماننا پڑیگا کہ وہ پہلے سے ترقی یافتہ اور صداقت سے قریب تر ہیں اس لئے کہ مابعد والے مذاہب میں خدا کی محدودیت اور نقائص میں زیادتی نہیں کی گئی ہے بلکہ درجہ بدرجہ اس کو غیر محدود،

محیط کل، کامل بالذات، غیر محسوس، غیر فانی، دوامی غیر متغیر قدیم مانا گیا ہے۔ بیشک ابتدائی تخیلات خدا کے بارے میں غیر ترقی یافتہ اور بعد والے ترقی یافتہ کہے جائیں گے اور کوئی عقل تجویز نہ کرے گی کہ مذہب ارتقائی کو چھوڑ کر مذہب ابتدائی کو اختیار کیا جاوے ہر چند کہ اُس مذہب کی لاکھوں سال کی عمر ہو۔ اس لئے کہ ابتدائی انسان کے واسطے سب سے پہلے اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ محسوسات کی طرف جھک پڑے اور مادیات ہی میں خدا کو ڈھونڈھ لے لہذا ایسے مذاہب کو الہام خداوندی سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ تصورات و تخیلات کی ترقی اس طرح پر ہوئی کہ درخت پتھر سے زائد ترقی یافتہ نمونہ محسوسات میں ہے۔ ترقی پسندوں نے درخت کی پوجا کی اور آگ پانی محسوسات میں بہتر اور درخت سے زائد ترقی یافتہ تھے۔ لہذا آگ پانی کی پوجا شروع ہوئی۔ سورج اور ستارے تمام محسوسات میں ترقی یافتہ سمجھے گئے انسانی ذہانت نے پست ترین اشیاء کو چھوڑ کر ستارہ پرستی شروع کر دی۔ درجہ بدرجہ اس طرح سے اعتقاد انسانی میں ترقی پسند طبائع نے معبود کے تخیل میں ترقی کی۔ لیکن سرسری نظر دوڑانے سے ابتدائی منزل سے اس ترقی یافتہ منزل تک پہونچ جانے کے بعد جو شے مشترک رہی۔ وہی محسوسیت، محدودیت، نقصان، تغیر، فنا، زوال تھا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانے میں انسان کی ارتقائی منزل ستارہ پرستی تھی اور سب اپنی نظر میں معبود و خالق کے بارے میں ارتقائی شے کو اختیار کئے ہوئے تھے لیکن فی نفسہ وہ بھی ارتقائی منزل مذہب کی نہ تھی بلکہ پست اور بہت پست تھی۔ البتہ تخیل انسانی میں اتنا ارتقاء معقولیت پیدا ہوگیا تھا کہ مادے کی بہتر و بلند پیداوار کو معبود بنایا جا رہا تھا۔ اس لئے خدا کے خلیل نے اُس پستی ذہنی کو اس طرح سے آشکارا کیا۔ فلما جن علیہ اللیل راء کوکبا قال ھذا ربی فلما افل قال لا احب الا فلین فلما را القمر بازغا قال ھذا ربی فلما افل قال لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الضالین فلما را الشمس بازغۃ قال ھذا ربی ھذا اکبر فلما افلت قال یا قوم انی بریء مما تشرکون (سورۂ انعام)

شب ہوتے ہی آسمان پر تارے چمک گئے۔ خدا کے خلیل نے ایک چمکدار ستارہ دیکھ کر ستارہ پرستوں سے فرمایا۔ بس یہی میرا خدا ہے جب غروب کر گیا فرمایا میں غروب کر جانے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ پھر چمکتا چاند دیکھا فرمایا میرا یہی رب ہے جب غروب ہوا فرمایا اگر خدا میری ہدایت نہ کرتا تو میں گمراہ قوم میں سے ہو جاتا۔ دن نکلنے پر نہایت روشن و چمکدار سورج نظر پڑا۔ فرمایا ہاں یہی خدا ہو سکتا ہے اور سب سے بڑا ہے لیکن غروب کا مرض اس میں بھی تھا خلیل نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا اے قوم میں تمہارے شرک سے بری ہوں اس لئے کہ طلوع و غروب حدوث و فنا، تغیر و زوال جس چیز میں بھی ہو۔ ادنیٰ موجودات سے ہو یا اعلیٰ موجودات سے، سب نقص میں برابر ہیں۔ دیکھو ایک ستارے سے ابتدا کر کے ارتقائی مثالوں کو پیش فرما کر نقص اعلیٰ و ادنیٰ کا بتا دیا اور اس ادنیٰ تخیل کے خلیل اللہ نے مذہب کی ارتقائی صورت پیش فرمائی۔ "انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا و ما انا من المشرکین" (سورۂ انعام) میرا رخ تو اس خدا کی طرف ہے اور میں ایسا خدا چاہتا ہوں جو آسمانوں زمینوں کا خالق ہے اور میں تو یکسو ہوں اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔" یہ بلند تعلی شکل پیش کی گئی کہ خدا تو وہی ہے جو دنیا سے بڑے اور تمام مادیات سے بالاتر اور تمام اشیاء کا خالق اور ہر نقص سے بری اور منزہ ہے اور عقل و قیاس سے برتر ہے اب دیکھو آغاز کثافت محسوسیت و محدودیت سے شروع ہوا اور انتہا ارتقاء اس درجۂ کاملہ پر ہوا جو کہ تمام ادنیٰ و اعلیٰ مادہ و مادیات سے جدا اور مابعد ہے اب اس ارتقائی منزل پر پہونچنے والے کے سامنے ابتدائی اور پست تخیل کی گنجائش نہ رہی۔ یورپ کا مشہور مؤرخ و محقق "میکس میولر" کہتا ہے کہ انسان نے ابتداً محسوس اشیاء کی پرستش سے کی۔ پھر نیم محسوس کی پھر غیر محسوس خدا کی۔ لیکن اس تیسری درجہ تک سب لوگ نہیں پہونچتے بلکہ اکثر ایسے ہیں جو ابتدائی دو درجوں میں پھنس کر رہ گئے۔

خدا کے متعلق اعتقاد کا ارتقا

انتہائی پست ترین عقائد خدا کی نسبت جس قدر بھی وقتاً فوقتاً ظہور میں آئے اُن کے موجدین اور مخترعین کا اُس وقت بھی ہرگز یہ خیال نہ تھا کہ وہ خدا کو پست ترین منزل میں دیکھتے۔ اُن کا بھی یہی منشا تھا کہ وہ خدا کو سب سے بڑی اور بزرگ ہستی قرار دیں۔ اُن کے تخیل کی پرواز اور ذہنیت کی رسائی کا بلند ترین معیار اُس وقت بھی تھا اس سے زائد بلند ہونے کی استعداد و قابلیت اُن میں نہ تھی۔ ہم ان کو بدنیت نہیں کہہ سکتے۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ وہ تمام تخیلات پست ترین و بدترین موجودہ عقلی ترقی کے دور میں سمجھے جانے کے مستحق ہیں [illegible] اُس دور میں ذہنی ترقی کے کہنا پڑتا ہے کہ کہنے کو تو اب مذاہب [illegible] وغیر محسوس و ہم و قیاس سے برتر کہتے ہیں اور یہ جملہ محض زبان پر [illegible] بُت کو خدا کا جلوہ گاہ فرض کر لیتے ہیں اور کبھی کسی بُت کو خدا ہی کا [illegible] انسان میں خدا کا جلوہ و ظہور قرار دیتے ہیں۔ خود غور کرنے کی بات ہے کہ یہ چیزیں خدا کی حقیقت کا بیان ہیں یا اُس کے کمال کا موجب ہیں۔ اسی طرح سے صفاتِ الٰہی کی مخلوقات سے برتری کے بھی قائل ہیں۔ لیکن اعتقاد مخلوق کے صفات سے متصف کرنے سے اُن کو کوئی جھجک نہیں ہے اُس کی قدرت اور خلاقی کو انسانی قدرت کا ہم پایہ قرار دیکر مادے کا محتاج مان لیتے ہیں۔ فطرت کے خلاف کرنے پر خدا کو قادر نہیں سمجھتے۔ جس کو خود خدا نے بنایا ہے مرنے کے بعد دیدارِ خدا کے قائل ہوتے ہیں۔ خدا کو خالق خیر و شر اور جبر کے قائل ہوتے ہیں۔ ایسے عقائد کھُلم کھُلا مذہب کی ترقی کی حیثیت سے نہایت پست اور اپنی انتہائی منزل میں انسان کو پہونچا دیتے ہیں۔ جہاں سے وہ چلا تھا پھر وہیں پلٹ رہا ہے۔ حالانکہ خدا کے متعلق ترقی شدہ اعتقاد تو یہی ہے جس کو قرآن مجید بتا رہا ہے۔ "آنکھیں اُس کو نہیں دیکھ سکتیں

لاتدرکہ الابصار (سورہ انعام) لوگ اُس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے لایحیطون بہ علما (سورہ طہٰ) تمام اشیا سے وہ بالاتر ہے کسی چیز سے اس کی مثال نہیں دیجا سکتی۔ لیس کمثلہ شئی (سورہ شوریٰ) وہ ہر شے سے بے نیاز ہے۔ اللہ الصمد (سورہ اخلاص) ذات وصفات میں یکتا ہو کلا شریک لہ (سورہ انعام) تنہا لائق عبادت ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہو ان اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ احدا (سورہ) ہر چیز کا خالق ہے خالق کل شئی (سورہ انعام) وہ ہر شے پر قادر ہے ان اللہ علی کل شئی قدیر (سورہ ال عمران) اُس کا علم محیط کائنات ہو وسع ربی کل شئی علما (سورہ انعام) وہ بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا وما انا بظلام للعبید (سورہ ق) جب خدا کو اس طرح سے مانا گیا اُس وقت وہ ترقی معرفت کی جو پستی سے شروع ہوئی تھی ختم ہوئی اور یہی انتہائی ترقی وکمال ہے معرفت کا جس کا مافوق ناممکن ہے اور ارتقا ختم ہو جاتا ہے اس تفصیلی درجہ کاملہ کا نچوڑ صرف اس بات پر ہے کہ ہم اس کی ذات وصفات کی حد تک نہیں پہونچ سکتے۔ اس لئے کہ مادیات کی کنہ وحقیقت پر جب انسان کی رسائی نہیں ہے تو خدا مادہ سے بالاتر اور خالق مادہ ہو اس کی حقیقت اور کنہ تک رسائی کب ممکن ہے اسی لئے رسول خدا فرماتے ہیں ما عرفناک حق معرفتک خداوندا تیرا جو حق معرفت ہے اُس معرفت کو میں بھی حاصل نہ کر سکا رسول ارشاد کے ابہام کو جناب امیر علیہ السلام نے اس طرح سے واضح فرمایا کمال الاخلاص لہ نفی الصفات عنہ لشہادۃ کل صفۃ انھا غیر موصوف وشہادۃ کل موصوف انہ غیر الصفۃ (نہج البلاغۃ) بارگاہ الٰہی میں کمال اخلاص کی شان یہ ہے کہ اُس کے جملہ صفات کی نفی کر دی جاوے اس لئے کہ صفات ہمیشہ غیر موصوف سے ہوتے ہیں جس پر خود صفات گواہ ہیں کہ وہ عین ذات موصوف کے نہیں ہوتے بلکہ زائد ذات پر ہوتے ہیں اسی طرح ہر موصوف کسی صفت سے متصف ہو۔ وہ گواہ ہے کہ موصوف اور چیز ہے اور صفت اُس کی غیر ہے موصوف جوہر ہے صفات عرض ہیں جو ذات سے جدا ہوں۔ خدا کی

نسبت الیٰ اعتقاد صحیح نہیں ہے اس میں صفات کا شرک ہوگا اور خلاف توحید اور نیز محل حوادث ہو جاویگا۔ لہذا ذات اپنے صفات سے شناخت ہوتی ہے اور جس ذات سے صفات کی نفی موجود شناخت نہیں ہو سکتی اسی کو رسولؐ خدا و علی مرتضیٰ نے واضح فرمایا ہے لیکن قرآن مجید اور احادیث اور دعائیں بکثرت صفاتِ الہیہ کا ذکر کرتی ہیں وہ حقیقتاً خدا کے صفات نہیں کہے جا سکتے۔ وہ بالاتر از صفات ہے حقیقت میں وہ سب اسمائے الہی ہیں جس کو اللہ کہا گیا ہے اور اس کو خود قرآن مجید نے بتایا ہے خیر الاسماء کلہا للہ جتنے بہترین نام ہو سکتے ہیں۔ وہ سب خدا کے نام ہیں۔ لہذا خدا سے صفات کا لگاؤ عز خدا کو اس کی ذات پاک میں شریک کر دیتا ہے جو خلاف کمال توحید ہے جو ذات صفتوں سے جدا ہو۔ وہ کب پہچانی جا سکتی ہے۔ اس لئے اس کی حقیقت کا علم نہ اور نہ ہے عرحق معرفت کیونکر ادا ہو۔ اگر یہ سوامی شنکر اچاریہ مشہور ویدانتی کا مذہب "نیتی نیتی" (جو انھوں نے ویدوں کے اپنشدوں سے استخراج کر کے کہا ہے) یعنی خدا نہ یہ ہے نہ وہ ہے تمام نقایص سے پاک ہونے کے علاوہ تمام صفات کمالیہ کے بھی مافوق ہے۔ اگر اس اعتقاد کا وہی مطلب ہو جو جناب امیرؑ کا ارشاد ہو تو بیشک انتہائی قدر و عزت کے قابل ہے اور سوامی جی کی کمال معرفت الہی کی دلیل ہے۔

یہ کہنا کہ کسی چیز کا خیال اور اس کے صفات کا جدا جدا خیال تو ذہن میں آتا ہے اور اس طرح ذات کے مرتبہ کو تمام صفات سے خالی تصور کر سکتے ہیں مگر یہ صرف ذہنی عمل ہوگا ورنہ خارج میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہو سکتی جو کوئی صفت نہ رکھتی ہو۔ کیونکہ اس کو موجود مان کر کم از کم وجود کی صفت ضرور لاحق کرنی پڑتی ہے۔

یہ خیال چیزوں کے متعلق تو صحیح ہوگا لیکن جو چیز ہی نہ ہو۔ لیس کمثلہ شیٔ اس پر یہ مقولہ کیونکر صادق آویگا وہ تو اشیاء سے بالاتر ہے جملہ موجودات کے واسطے ذہنی عمل کہو یا اس کے واسطے وجود خارجی کے قابل ہو۔ لیکن خدا کا وجود مافوق وجود کائنات و ممکنات ہی۔ اور کسی چیز میں ہم مثل و مشابہ مخلوق سے نہیں ہے۔ قرآن مجید وغیرہ میں جو صفاتِ الہی مذکور

ہیں محض اسی غرض سے ہیں تاکہ درجہ کاملہ اخلاص سے پست ترین انسانوں کو خالق و مخلوق کے تعلقات کو قائم رکھا جاوے اور عبادات و اذکار الہی ترک نہ کر دئے جاویں اور عبدہ و رسولہ انبیاء کے بیان کردہ صفات کما لیہ محدود و قابل شمار ہیں لا محدود ذات کے صفات کو بھی لا محدود رکھنے کے واسطے خود قرآن مجید نے بتا دیا ہے کہ جس قدر پاک و پاکیزہ نام ہیں سب خدا کے لئے ہیں۔ "و للہ الاسماء الحسنیٰ" (اعراف) یعنی تم خدا کو پاکیزہ ناموں سے پکار سکتے ہو لیکن در حقیقت وہ تمام پاکیزگیوں سے بھی بلند و برتر ہے۔ خدا کے متعلق اعتقاد و تصور جب اس ترقی کی انتہائی منزل پر پہونچ جاوے تو ختم ہی ہو جاتا ہے جس کا صاف نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ مذہب اور اس کی کتاب اور احکام اور نبوتیں اور وحیاں سب منزل کمال و ارتقا پر پہونچکر ختم ہو چکیں نہ اب کوئی مذہب آنے والا ہے نہ اس کی کتاب آویگی نہ نئے احکام آسکتے ہیں۔ نہ کوئی وحی آسکتی ہے نہ نئی نبوتیں اور رسالتیں، سب دروازے بند ہو چکے اس لئے کہ عام قانون ارتقا ہی ہے اور قرآن مجید نے الیوم اکملت لکم دینکم کہکر دین کے ارتقا کے کمال کو بتا دیا ہے۔

نبوت و وحی و کتاب خدا

نبوت کیا ہے وہ خدا کی پیغامبری ہے۔ وحی کیا ہے موجب اور کتاب خدا کا مجموعہ اُن وحیوں کا ہونا ہے۔ منزلت خدا جب ہر مخلوق سے بالاتر ہے اور نبی بھی خدا کی مخلوق ہے لہذا خدا کا اوتار لینا حلول کرنا، بیٹا بیٹی پیدا کرنا، سب خدا کی تحقیر اس کی حد بندی، اُس کا تجزیہ اور تنقیص ہے خداوند کریم نے نبی و رسول کے متعلق صاف فرمایا ہے اے نبی کہدو میں بھی تمہیں سا بشر ہوں مگر یہ کہ مجھکو وحی ہوتی ہے قل انا بشر مثلکم یوحیٰ الی (کہف) وحی کیا ہے خدائی پیغام ہے غلطیوں کی اصلاح اور انسانی کمزوریوں اور ذہنی و اخلاقی ترقی کے لئے اس مقام پر چند باتوں کی توضیح

کی ضرورت ہے۔

(۱) نبوات مان لینے کے بعد کہ وحی انسان کی لغزشوں اور ذہنی و اخلاقی ترقیوں کے لئے خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ ماننا ہوگا کہ جس بشر کو وحی ہو رہی ہے وہ کامل بشر ہے اور سطح انسانیت سے بلند اور کامل ارتقاء ذہنی کا مالک ہو اس لئے کہ خدائی پیغام کی استعداد و صلاحیت درجہ کاملہ میں نہ ہو۔ تو عام انسانوں اور حاملان وحی میں کیا فرق و امتیاز ہوگا پھر خدائی پیغم وحیاں انسانی کمزوریوں کو دور کرتے ہوئے ہر خطا و لغزش بھول چوک سے محفوظ رکھیں گی۔ اسی کو اصطلاح متکلمین میں عصمت کہا ہے اور عام انسانوں سے ترقی یافتہ فرد اور انسان کامل اور افضل و اشرف بنی نوع کہے جانے کے سوا نبی ورسول کے متعلق اور کوئی اعتقاد صحیح نہیں ہو سکتا یعنی وہ نہ خدائی اوتار ہو سکتا ہے نہ اس کا بیٹا کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ اس میں خدائی منقصت ہے نہ وہ عام انسانوں کے مانند ہو سکتا ہے۔

(۲) خدائی پیغام کی نوعیت، اس کی مضبوطی، اس کے جملہ پیغام و احکام میں استحکام و اتقان اور زور و قوت اور امتیازی شان جھوٹی اور سچی وحیوں میں از خود معیاری اور امتیازی ہوگی نہ ہین اور بے غرض انسان صحیح تدبر و تفکر سے سمجھ لیگا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے یا من گھڑت ہے۔ ایک ایک کر کے ان وحیوں کو جانچ لو خود معلوم ہو جائیگا کون جھوٹی اور سچی ہیں۔

(۳) جھوٹے اور سچے نبیوں کی شناخت بھی ان کی عصمت، ان کے تعلیمات کی پختگی سے آسان ہے۔ ہزاروں جھوٹے نبی گذرے لیکن ان کے تعلیمات کی کمزوری، ان کے اخلاق و کیرکٹر نے صاف بتا دیا کہ یہ نہ سچے نبی تھے نہ ان کی تعلیم خدائی تعلیم ہے نہ ان تعلیمات کا مجموعہ خدائی کتاب ہے۔ اس لئے کہ ان میں کوئی عام سطح سے ارتقائی شان نہ تھی۔

(۴) جب نبی کو عام انسانی ذہنیت سے ارتقائی فرد مان لیا جاوے اور یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے کہ ان کی وحیاں اور ان وحیوں کا مجموعہ حد کمال پر پہونچ چکا اور کامل ارتقا ہو لیا تو ماننا پڑیگا کہ نبوت بھی ختم ہو گئی اور وحی بھی ختم ہولی اور ان وحیوں کا مجموعہ یعنی کتاب الٰہی بھی آخری کتاب ہے اس لئے کہ قانون ارتقا تو ختم ہونے والی شے ہے جس کے بعد جو کچھ بھی آویگا وہ حدود

ارتقا سے خارج اور لغو اور مہمل و فضول و عبث ہوگا۔

انسان کے لئے جہاں تک خدا کو پہچاننا ممکن تھا اس حد تک پہچان لیا تو اب قانون ارتقا کی گنجائش نہ رہی اسی طرح انسان سدھار اور تکمیل انسانیت کے لئے جتنے اعمال و کردار کی ضرورت تھی۔ وہ سب معلوم ہو چکے تو وحی اور آمد کتب کا سلسلہ ختم ہو جاویگا۔

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ قانون ارتقا کے ختم ہونے کے پہلے اس نبوت کی ضرورت ہے کہ اس کا انتہائی ہونا ثابت کیا جاوے اور وہ صحیح مختتم اور مکمل ہو۔ بلاشبہ اگر مسئلہ توحید خدا کا واقعی اور صحیح تخیل ہے تو جس شخص نے سب سے پہلے اس مسئلہ کی تعلیم دی۔ وہی خاتم الانبیاء ہوگا۔ اور بعد آنے والے اس کے خوشہ چین ہوں گے۔ اور اگر خدا کا انسان کی شکل میں آنے۔ یا حلول کرنے یا بیٹے کی شکل میں آنے کا مسئلہ خدا کے متعلق صحیح ہے۔ تو ایسی تعلیم دینے والا سب آخری نبی ہوگا یا اگر خدا کی نسبت واقعی یہ صحیح ہے کہ وہ بغیر مادہ و روح کے دنیا نہیں پیدا کر سکتا تو اس مسئلہ کا ظاہر کرنے والا خاتم الرسل ہوگا اسی طرح سے دنیا کے ہر مذہب کے متعلق کہا جا سکتا ہے اگر وہ واقعی صحیح تعلیم ہے تو پھر خدا کی طرف سے کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں ہے، نہ وحی کی، نہ کتاب کی۔ لیکن تمام بیکار بحثوں کے بجائے ہم کو عقل کی وساطت سے یہ جستجو لازم ہے کہ مذکورہ صورتوں میں سے فی الواقع کونسی صورت خدا کے متعلق صحیح ہے اور جس کی صحت معلوم ہو جائے بس وہی ارتقائی حد ہے اور وہیں پر ضرورت نبی و وحی و کتاب ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد یہ کہہ دینا آسان ہے کہ اب وحی نہ آوے گی اور آئندہ کی امید رکھنا خیالی پلاؤ ہوگا۔ رہا یہ امر کہ مسلمانو کا عقیدہ ہے حضرت آدم سے لیکر تا حضرت خاتم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گذرے۔ اس قدر نبیوں کی ضرورت کیا ہوئی۔ جبکہ جملہ انبیاء معرفت الٰہی کی نسبت یکساں تعلیم دے رہے تھے۔ لہذا خاتم النبیین حضرت آدم ہی کو ہونا تھا اور بقیہ انبیا ان کے خوشہ چین ہوں گے۔ بیشک ایسا ہی ہوتا۔ لیکن درحقیقت دو چیزیں ہیں۔ ایک معرفت الٰہی کا مکمل طور پر پیش ہونا وہ حضرت آدم کے ہاتھوں ہوئی۔ دوسری چیز باقی تھی یعنی انسان کا تعلق خدا سے بتانا اور اس کی توضیح و تشریح

انسان کی تدریجی ذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ مختلف نبیوں کی بعثت کی غرض بیان اور توضیح و تشریح ہے اُن تعلقات کے لئے جو خالق و مخلوق کے درمیان ہوتے ہے ہر زمانے میں مناسبت سے ذہنی ترقی کے اب اس کی تکمیل جس راستہ سے ہو جاوے بیشک وہ نبی آخر الزماں ہے جتنے انبیا آئے اور جتنی شریعتیں اور کتابیں اُتریں۔ اُن کی جانچ کی ضرورت ہے انسان کی ضرورتوں اور اُس کے تعلقات کے متعلق خدا نے کس تعلیم میں مکمل کی ہے اور کس تعلیم کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یہ تعلیم انسانی ضروریات اور خالق و مخلوق کے درمیان تعلقات قائم کرنے میں ارتقائی انتہائی حد ہے۔ بیشک اب وہی دین اور وہی نبی خاتم الانبیا اور خاتم الادیان کہلاویگا۔ اور اُسی کی شریعت خاتم و ناسخ شرائع اور اُس کی کتاب ناسخ کتب اور آخری کتاب کہی جاوے گی۔ مسلمانوں کا یہی دعویٰ ہے کہ حضرت رسول کریم خاتم النبیین اُن کی کتاب قرآن مجید خاتم الکتب اُن کی شریعت ناسخ شرائع اُن کی وحی آخری وحی اور تھیں نہ اب کوئی نبی آنیوالا ہے نہ کتاب نہ وحی۔ اس لئے کہ منزل ارتقا ختم ہو چکی لہٰذا ایک محقق و مفتش جویائے حق کو صرف اس امر کی جانچ لازم ہے کہ دین اسلام اور رسول عربی اور کتاب اسلام کو اسی معیار پر جانچو اور بے سود جھگڑوں کا خاتمہ کر دے

۹

قانون ارتقا کے بعد قانون توارث کا کام

جملہ فرق اسلامی کا اس پر اتفاق ہے کہ بعد رسول کریم حافظان شریعت کا ہونا ناگزیر ہے عقلاً اور از روئے عقیدت، اختلاف شیعہ اور اہلسنت میں صرف یہ ہے کہ بعد آنحضرت حافظان مذہب و شریعت کون لوگ تھے یعنی خلیفہ و وصی رسول کون تھا ہر دو فریق کے دلیل جدا جدا ہیں اور تیرہ سو سال کی غیر مختتم بحث کو ہم نہیں چھیڑنا چاہتے محض دونوں فرقوں کے اس بارے میں مختصر اصول بیان کئے دیتے ہیں۔ ہر ایک مختار ہے جو جی چاہے اختیار کرے۔

پچھلے آٹھ سے ثابت ہوا جب قانون ارتقا ختم ہو جاتا ہے اُس کی جگہ قانون وراثت

لیتا ہے یعنی قانون ارتقا کی رو سے ملنے کا ارتقائی نمونہ اور پیداوار انسان ہوا اور ارتقا پہلی فرد پر ختم ہو کر قانون وراثت شروع ہوا۔ اب انسان کا بچہ انسان پیدا ہونے لگا۔ اسی طرح سے معرفت الٰہی اور اس کے متعلقات کا مخلوق سے جو ایک دفعہ قانون ارتقا کی رُو سے قدرت کے براہ راست عمل کرنے سے کسی انسان سے منکشف ہوا یعنی نبیوں پر وحی تو اسی طرح سے قانون وراثت سے نبی کے ذریعے یا اُس توارث کشفی کے ذریعہ بعد نبی یہ درجہ اُس کے وصی کو ملیگا یہاں نہ سیاست کام آوے گی نہ اجماع نہ شوریٰ۔ بلکہ خدا کی طرف سے مثل نبی جو اُس کا اہل ہو گا وہی توارث کشفی سے قائم مقام و جانشین نبی ہو گا جس کی اہلیت و قابلیت و استعداد نبی کی قابلیت و استعداد کے معیار پر جانچنا ہوگی رسول کو اپنی زبان مبارک سے بھی اس کی تصدیق فرمانا ہوگی اور یہ عذر مقبول نہ ہو گا کہ افسوس ہمنے رسول سے خلافت کی بابت کچھ نہ پوچھ لیا نہ یہی کہنا صحیح ہو گا کہ رسول نے اپنے بعد کیو اسطے کسی کو وصی و خلیفہ نہیں کیا۔ بیشک جو لوگ معیاری ہیں اور توارث رسالتی بھی اُن میں کارفرما ہے اُن کے سوا دوسرا امام و خلیفہ و جانشین رسول ہو ہی نہیں سکتا جس کو رسول خدا کی متواتر حدیثیں بھی بتا رہی ہوں سینکڑوں میں سے چند یہ ہیں جو تمام مستند کتب احادیث میں موجود ہیں۔

(۱) احادیث اتحاد نور

(۲) احادیث اتحاد علم

(۳) حدیث منزلت ہارونی

(۴) حدیث خم غدیر

(۵) حدیث ثقلین ——— وغیرہ وغیرہ

شیعہ کہتے ہیں کہ وصی رسول ویسی ہی ارتقائی فرد انسانوں میں ہو یعنی انسان کامل ہو جیسے رسول برحق تھے۔ قبل نزول قرآن مجید دعوائے رسالت کی صداقت کا کیا معیار تھا اور لوگ اُس وقت کیوں ایمان لائے تھے جبکہ نہ خدا نے نبوت رسول کی کوئی منادی کی تھی۔ نہ

پیشرو نبی کی اُس وقت کوئی نص تھی اُس وقت محض دعویٰ نبوت کا زور و قوت اور رسول خدا
کا زبردست کیرکٹر تھا یعنی وہ انسان کامل تھے جس نے نبوت کو منور کر دیا کیا وجہ ہے کہ اُسی معیار
پر خلافت و امامت کو بھی نہ جانچیں۔ شیعوں کے واسطے کھلا راستہ بس یہی ہے کہ امامت کو
فرع نبوت سمجھکر دعویٰ رسالت کی صحت و صداقت کے معیار پر جانچیں جو اس معیار پر پورا اُترے
بس وہی خلیفہ برحق ہے۔ چنانچہ بالآخر مسلمانوں کو چارہ نہ ہوا اور علی مرتضیٰ کی ذات قدسی کے
زور و قوت نے جملہ فرق اسلامی کو اپنی طرف جھکا لیا جو آج تک اجماعی طور پر سب کے امام ہیں۔

حضرات اہلسنت گذشتہ شیعہ نقطۂ نظر سے اختلاف رکھتے ہوئے خلافت کے واسطے اجماع
شوریٰ قہر و غلبہ میں کسی ایک شے کو خلافت کے واسطے ضروری سمجھتے ہیں جو تیرہ سو صدیاں گذرنے
پر آج تک طے نہیں ہوا۔ ہم اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں اور ہر شخص کے فیصلہ پر چھوڑتے ہیں
جس کا جو دل چاہے اختیار کرے ہم نے دو بڑے فرقوں کے صرف اختلاف کو بتا دیا ہے جو لڑنے
مرنے کی چیز نہیں ہے صرف اختلاف رائے ہے ہر شخص اس کا فیصلہ خود اپنے مقام پر کر سکتا
ہے۔ کہ شیعوں کا بیان کردہ اصول صحیح ہے یا اہلسنت کا!

═══ ۱۰ ═══

شیعوں کے بارہ ۱۲ امام!

کہا جا سکتا ہے کہ قانون ارتقا دس بیس فردوں میں محدود نہیں ہوتا تدریجی ارتقا کو لاکھوں منزلوں
سے گذرنا ہوتا ہے اس بنا پر قانون توارث نبوت سے امامت کا بارہ ۱۲ فردوں میں کیونکر ختم
ہو گیا۔ اس سلسلۂ امامت کو بھی صدیوں چلنا چاہیئے۔ اور امامت بارہ ۱۲ میں ختم نہ ہونا چاہیئے۔
یہ شبہ اس لئے ہے کہ ہم زمانہ اور کثرت تعداد کو ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ جس طرح نشو و ارتقا تدریجی
ہوا لیکن انسان کی پہلی فرد پیدا ہوتے ہی ایک ہی فرد کے بعد قانون ارتقا نے توارث کے لئے
جگہ خالی کر دی۔ نبوت کے ارتقا کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار افراد کے بعد ارتقا ختم ہوا اور توارث

شروع ہوگیا۔ انھیں افراد میں جونسبی اور علمی وارث بھی تھے رسول خدا کے، قانون توارث نہ معلوم کہاں تک بڑھتا اگر بارھویں فرد غایب و موجود نہ ہوتی۔ اس لئے امامت بارھویں پر جا کر رک گئی۔ اور توارث امامتی بھی ختم ہوگیا۔

۱۱
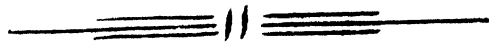
غیبت امام

وجود امام غائب محض شیعوں کا اعتقاد نہیں ہے اکابر علمائے اہلسنت کا بھی اعتقاد ہے اور احادیث کثیرہ بھی گواہ ہیں۔ عقلی شبہوں سے حقیقت و واقعیت نہیں بدلتی۔ انسان کی طول عمر بھی ہزاروں سال ہو سکتی ہے مذہبی لوگوں کے لئے جناب خضر و الیاس و جناب عیسیٰ نبیوں کی طولانی زندگی سے قوم یا خدا کو جو فائدہ پہونچا وہی بارہویں امام کی غیبت سے پہونچ سکتا ہے۔ وجود ملائکہ کا موسائی عیسائی مسلمان کب انکار کر سکتے ہیں۔ فرشتے کس کو دکھائی دیتے ہیں باوجود غیبت اُن کی افادیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ غیبت امام بھی اسی طرح سے مفید ہے۔ رسول خدا کا رحمۃ اللعالمین ہونا اور جملہ انسانوں کا قیامت تک کے واسطے رسول و نبی ہونا بتاؤ جن عالموں میں وہ نہ تھے قیامت تک کیونکر رحمت رہی اور بعد وفات قیامت تک نسلوں کے لئے رسول و نبی کس طرح سے ہیں جبکہ دنیا میں بظاہر موجود بھی نہیں ہیں۔ اسی طرح سے امام مہدی بھی باوجود غیبت افادیت میں اپنی کامل ہیں۔ دیکھو وہ قوائے مادی جو ہزاروں سال علم انسانی میں نہیں آئے اس لئے وہ استعمال بھی نہیں ہوئے۔ پھر کیا وہ اس لئے غیر موجود، غیر مؤثر، غیر مفید، قابل انکار رہتے۔ ہرگز نہیں۔ اُن کے پوشیدہ اثرات برابر کار فرما تھے عبث و فضول نہ تھے مثلاً الکٹری سٹی چند روز پیشتر علم انسانی میں نہ تھی۔ باوجود اس کے کائنات کے ذرہ ذرہ میں کارفرما تھی یہی حال غیبت امام کی افادیت کا ہے۔ حیاتیات میں جو انسانی عمر کا قانون بنایا گیا ہے وہ بھی اکثر طویل العمر انسانوں میں منتا رہتا ہے تین سو سال سے زائد عمر کے لوگ تاریخ میں موجود

ہیں پھر کیا قانون ارتقا عمر کا سو سال میں محدود ہے۔ تین سو سال عمر والے کہاں سے آ گئے۔ اسی طرح سے چند افراد میں ترقی کی منزلیں ہزار دو ہزار سال میں نہیں جھٹلائی جا سکتیں۔ مستند حدیثوں اور معجزانہ زندگی کے بطلان پر کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔

۱۲

معجزہ اور قانون ارتقا

لاکھوں سال کا قانون ارتقا ایک دفعہ قانون توارث سے توڑ دیا گیا کیا یہ کھلا معجزہ قدرت کا نہیں ہے اس معجزے کو تو مان لیتے ہو لیکن آیندہ کے واسطے قدرت کو پابند بنانے پر کوئی دلیل نہیں پیش کرتے اسی طرح سے قانون توارث کو بھی قدرت حضرت عیسیٰ کو بے باپ پیدا کر کے توڑ سکتی ہے قانون عمر میں حضرت عیسیٰ و حضرت الیاس و حضرت خضر اور حضرت امام مہدیؑ کو بھی ہزاروں سال زندہ رکھ کر توڑ سکتی ہے۔ خدا کی لامحدود قدرت طرح طرح سے معجزے دکھا سکتی ہے۔ سب سے بڑا معجزہ قدرت کا کائنات کو نیست سے ہست کرنے کا ہے پھر انبیاء کے ذریعے معجزات کا ظہور قدرت کا ایک ادنیٰ اور معمولی معجزہ ہے جس کے انکار پر کوئی دلیل نہیں ہے (دیکھو ہماری کتاب فلسفہ معجزہ) خدا میں سستی یا تھکاوٹ یا قدرت کا خاتمہ نہیں ہوا ہے اس بحث کے علاوہ ہم دوسری طرح سے معجزے کو پیش کر سکتے ہیں قانون ارتقا قانون توارث کے بعد معطل ہو جاتا ہے تم ہمیشہ اس قانون توارث کو دیکھتے رہتے ہو آدمی کا بچہ آدمی ہوتا ہے گیہوں سے گیہوں پیدا ہوتا ہے اس یومیہ مشاہدہ سے تم ایسے خوگر ہو جس کے خلاف تمھارے ذہن میں نہیں آتا لیکن فرض کر و کہ قانون ارتقا خدا کا بنایا ہوا قانون توارث بنانے کے بعد روک دیا گیا لیکن قدرت تھوڑی دیر کے واسطے پھر قانون قدرت کو آگے بڑھا دے اور توارث سے پہلے والی حالت دہرانے لگے یعنی جس منزل پر ارتقا تھا اس سے ایک قدم پیچھے ہٹ کر آدمی سے بندر و ریچھ مسخ ہو کر بنجائے۔ جیسا کہ آج بھی عورت سے مرد مرد کی

عورت بن جانے کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں یا کہ عورت کے پیٹ سے عجیب الخلقت بچے پیدا ہونے کی خبریں گشت کرتی رہتی ہیں۔ اس طرح سے اگر انتہائی ارتقا پر ایک قدم اور آگے بڑھا دیا جاوے مثلاً عصائے جناب موسے نباتی چیزیں نباتی ارتقا ختم ہو چکا تھا اس کی ارتقائی منزل آگے بڑھا کر حیوان واژدہا بنا دیا جاوے اور حیوان خوار وگوشت خوار درختوں کی خاصیت ویدی جاوے (دیکھو علم نباتات میں مثالیں) جمادیت میں ترقی دیکر پہاڑ سے ناقہ جناب صالح نکالا جاوے۔ آدمی میں قوت اڑنے اور نظام ہائے شمسی میں جانے کی نہ تھی۔ ہوا کا فرکشن زمین کی کشش فضا میں آکسیجن کی فراوانی بہت سے موانع تھے۔ لیکن رسول خدا کو معراج کرادی (دیکھو ہماری کتاب معراج پر نظر فلیفانہ) وغیرہ وغیرہ ایسے دو ایک واقعے پیش کرکے رد قانون ارتقا شروع کر دیا گیا۔ چونکہ ایسے خارق عادات واقعہ گاہ گاہ ہوتے ہیں اس لئے معجزہ تمہاری سمجھ سے باہر ہے اس وقت معجزہ نا موجود نہیں جو خدا کی بے پناہ قوت سے کام لیکر اب بھی ہم کو معجزہ دکھاوے اس لئے تم یقین کرتے کس مسلتے ہو لیکن انکار معجزہ پر خود بھی کوئی پُرزور دلیل نہیں پیش کرتے۔

۱۳

قیامت وارتقا!

جیالوجی کے چار دوروں میں کا ہر دور کیا قیامت نہ تھا کیا سیارات کی ٹوٹ پھوٹ اُن کیلئے قیامت کبریٰ نہ تھی۔ قوانین طبیعہ کی ٹوٹ پھوٹ کیا قیامت نہیں ہے قانون ارتقا کا قانون آمد سے ٹوٹنا کیا قیامت نہیں ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی قیامتیں روزمرہ ہوا کرتی ہیں کوئی انکار نہیں کرتا۔ لیکن قیامت کبریٰ کا نام سنتے ہی چراغ پا ہو جاتے ہیں قانون ارتقا کا رث کا ٹوٹ جانا ہی قیامت کبریٰ ہے نیست سے ہست کرنا دنیا کا قدست کا معجزہ تھا۔ خدا ہی نے دنیا کی نیستی کو مٹایا۔ منی اس کی ہستی کو نیستی سے بدل دیگا انکا یبدا لخلق ثم یعیدہا (سورہ یونس)

آخرت اور یوم جزا و سزا جس کو اسلام نے معاد جسمانی کہا ہے اور جنت و دوزخ قانون توارث
روک کر قانون ارتقا کو آگے بڑھا دینا موجودہ دنیا سے نئی دنیا پیدا ہو سکتی ہے موجودہ ارتقا
سے دوگنا تگنا دس گنا ارتقاء کر دینا قدرت کاملہ کے واسطے آسان ہے حبش و بربر کے بسنے
والے اپنے سے زائد مرتقی افراد کو تصور نہیں کر سکتے۔ پھر کیا یورپ والے بھی حبشی و بدترین قسم
کے ہیں؟ نہیں تم اپنی دنیا سے زائد حبشیوں کی طرح سے کسی ایسی دنیا سے دس گنی دنیا
کی ترقی کا تصور نہیں کرتے۔ اس لئے بہشت و دوزخ سے انکار کرتے ہو۔ اسی کو جنت و
دوزخ کہتے ہیں جس دنیا کو تم نے ابھی نہیں دیکھا ہے لیکن خدا کی نبیوں کی وحیاں اس کی
صداقت کی کافی دلیل ہیں۔ قرآن مجید میں ہے اور اُن کے لئے جنتیں ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ اُس
میں رہیں گے۔ وجنات لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابدا (سورہ توبہ) اور بدکاروں
کے واسطے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وفی النار ھم خالدون (سورہ
توبہ) جنت نعمتوں راحتوں کی انتہائی ارتقائی دنیا ہے اور جہنم تکلیفوں اذیتوں کی انتہائی
دنیا ہے۔ تم بیجان انسان کی دونوں حالتوں سے انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر کہا جاوے
کہ مُردوں کو پھر تازہ زندگی بخشی جاوے گی تو صاف انکار کر دیتے جو محض اس لئے کہ تم نے
مُردہ زندہ ہوتے نہیں دیکھا لیکن یہ بھی تو نہیں دیکھا کہ پہلی مرتبہ انسان میں جان کیونکر
پڑی۔ اسی نہ دیکھنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ انسان کو قدیم مان لیا اور یہ نہ سمجھے کہ جس مجموعہ کے افراد
جدید و حادث ہیں اُس کا مجموعہ قدیم نہیں ہو سکتا۔ دیگر مرکبات میں تو مرکب تابع خواص
و آثار میں افراد و اجزا کے مان لیتے ہو۔ لیکن یہاں آکر بھول جاتے ہو اور کہہ دیتے ہو۔
انسان ہمیشہ سے ہمیشہ رہیگا۔ محض نہ دیکھنا دلیل انکار کی نہیں ہو سکتی اسی دوبارہ
زندگی کو اسلام نے معاد جسمانی کہا ہے ھو الذی احیاکم ثم یمیتکم ثم
یحییکم ان الانسان لکفور (سورہ حج) معاد کا انکار کر کے بلا وجہ کافر بنتے ہو۔ تم
نے اس عام حیات بخشی کے لئے نبیوں کے ہاتھوں چند اشخاص خاص مُردے زندہ کر کے

بطور معجزہ نمائی تم کو سمجھایا بھی ہے پھر بھی معاد کو نہ سمجھے سرے سے معجزے ہی کے منکر ہو کر خدائی قدرت کا انکار کر کے اچھے خاصے کافر بن بیٹھے۔ ہندو مت آواگون کے ذریعے ایک انسان کی صدہا زندگیوں اور موتوں کا قائل ہے پھر وہ مسلمانوں کی معاد کا کب منکر ہو سکتا ہے۔ وہ تو صرف ایک موت کے بعد ایک ہی مرتبہ آنے والی زندگی کے قائل ہیں۔ لہذا یہودی۔ عیسائی۔ مسلمان اور ہندو دنیا کے سب سے چار بڑے فرقے تو معاد سے انکار ہی نہیں کر سکتے۔

۲۰ ستمبر ۱۹۴۲ء در بمبئی

ضمیمہ کتاب از مصنف

ہم نے آرٹیکل ۱۹ میں چند حدیثوں کا حوالہ دیا تھا جس کا مجمل ذکر اس ضمیمہ میں کیا جاتا ہے۔ مفصل بیان کرنے میں متعدد مجلدات لکھے جاسکتے ہیں اور اہل شیعہ نے مبسوط کتابیں لکھی ہیں چنانچہ عبقات الانوار کے مجلدات اس کا واضح ثبوت ہیں بالاختصار اس موقعہ پر اُن کا ذکر لازم ہے۔

۱

حدیث اتحاد نور

حدیث نور اُنیس سندوں سے علمائے اہلسنت نے روایت کی ہے اور چودہ سندوں سے علمائے شیعہ نے روایت کی ہے متفق علیہ ہے اور ہر دو فریق میں سے کسی نے اس حدیث سے انکار نہیں کیا ہے حدیث حسب ذیل ہے۔

جناب سلمان فارسی سے روایت ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے کہ میں اور علی ایک نور سے تھے۔ جو خدائے عزوجل کی بارگاہ میں تسبیح اور تقدیس کرتے تھے حضرت آدمؑ کی خلقت سے ہزار سال پیشتر جب خلقت حضرت آدمؑ ہوئی تو یہ نور صلب حضرت آدمؑ میں رکھا گیا اور ہر وقت میں یہ نور ایک ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ ہم نے جدائی صلب جناب عبدالمطلب میں ہو کر حاصل کی ہم کو نبوت ملی اور علی کو خلافت (مناقب ابن مغازلی) اس روایت کو باختلاف، الفاظ مختلف موقعوں پر مختلف اصحاب کرام سے رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا ہے دیکھو کتب احادیث علمائے اہلسنت

(فرائد السمطین حموینی، مسند امام احمد بن حنبل، مناقب ابن مغازلی شافعی، کتاب الفردوس دیلمی، مناقب ابن شاذان قمی مناقب فاخرہ، ابو المؤید موفق بن احمد، محمد بن علی بن بابویہ قمی، امالی شیخ طوسی فیما نزل فی اہل البیت من القرآن حشرف الدین نجفی محمد بن خالد طیالسی، مصابیح الانوار شیخ طوسی تاویل الآیات الباہرہ شرف الدین نجفی، کتاب النصوص علی الائمۃ ابن بابویہ تفسیر ابن ماہیار)

۲

حدیث اتحاد علم

علمائے اہلسنت و علماء شیعہ نے نقل کی ہے اور متفق علیہ ہے کسی عالم و محدث نے ان احادیث سے انکار نہیں کیا ہے علم حضرت امیرؑ کے متعلق مختلف عنوان محدثین نے قائم فرمائے ہیں اور ہر ایک عنوان کے تحت میں مختلف اسناد سے کثیر روایات کئے ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

چند حدیثوں کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ خدا نے مجھکو تعلیم کیا میں نے سب علی کو تعلیم دیدیا کسی موقع پر رسول خدا نے فرمایا جو حضرت آدم کے علم کو دیکھنا چاہتا ہے وہ علم علی کو دیکھے۔ ام المومنین عائشہ نے فرمایا جملہ اصحاب میں اعلم تر علی ہیں۔ ابن عباس نے کہا علم کے چھ حصے ہیں پانچ حصے مخصوص امیر المومنین کے ہیں اور تین ہم سب شریک ہیں اور اس میں بھی علی کا حصہ ہے حضرت رسولؐ نے فرمایا میری امت میں سب سے زائد علم رکھنے والا علی ہے رسول خدا نے فرمایا کہ خدا نے فرمایا علی میرے علم کا امین ہے رسول نے فرمایا میں میزان علم ہوں اور علی اس کے دونوں پلڑے ہیں رسول خدا نے فرمایا میں شہر علم ہوں۔ علی اس کا دروازہ ہیں پھر رسول نے فرمایا میں حکمت کا گھر ہوں علی اس کا دروازہ ہیں۔ کبھی فرمایا علم کے میں نے دس حصے کئے ہیں۔ نو حصہ علی کے پاس ہیں اور ایک حصہ میں تمام لوگ شریک ہیں۔

کبھی فرمایا رسول نے علی کو ہزار باب علم کے تعلیم دیئے ہر باب سے ہزار ہزار باب علم کے ان پر کھل گئے کبھی رسول
نے علی کو تمام امت کا قاضی فرمایا جناب ابوبکر و جناب عمر و جناب عثمان اکثر مسائل میں حضرت علی سے
فیصلہ کراتے تھے کبھی رسول نے فرمایا میرے بعد اعلم امت علی ہے اور کبھی فرمایا میرے بعد قاضی ترین امت
علی ہے اور کبھی فرمایا خدا نے جتنا علم مجھکو عطا کیا تھا سب میں نے علی کو دیدیا ہے غرضکہ سیکڑوں حدیثیں
اسی طرح سے حق علی بن ابی طالب علیہ السلام میں ائمہ اہلحدیث نے سیکڑوں سندوں سے نقل کی ہیں
بلا اختلاف دیکھو شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔ ینابیع المودہ، مودۃ اہل القربے۔ مناقب ابن
مغازلی۔ مناقب اخطب خوارزمی۔ مسند احمد ابن حنبل حلیۃ الاولیا۔ فرائد السمطین۔ فردوس دیلمی
صحیح مسلم۔ فضائل الصحابہ سمعانی۔ فتح المبین کشف حق الیقین محمد بن علی الحکیم الترمذی وغیرہ وغیرہ)

۳

حدیث منزلۃ ہارونی

رسول خدا نے حق امیر المومنین میں فرمایا "یا علی تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون نبی کو جناب
موسیٰ سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا" یہ سو حدیثیں اکابر و ائمہ اہلسنت نے جمع کی ہیں جس
طرح سے جناب ہارون خلیفہ و وزیر و قائم مقام حضرت موسیٰ تھے اسی طرح سے حضرت علی بھی ۔
چونکہ ختم نبوت رسول خدا پر ہو چکی تھی اس لئے علی مرتضیٰ نبی نہیں ہوئے دیکھو کتب مستندہ
کو مسند احمد بن حنبل، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جمع بین الصحاح الستہ مصنفہ زرین، مناقب ابن
مغازلی کتاب مغازی محمد بن اسحاق کتاب الفردوس دیلمی۔ مناقب اخطب خوارزمی ۔
مناقب فاخرہ فی العشرت الطاہرہ۔ فضائل سمعانی ۔

۴

حدیث خم غدیر!

اس حدیث رسول کو جملہ علما و ائمہ اہلحدیث نے نقل کیا ہے نواسی حدیثیں ہیں اور جملہ مورخین اسلام شاہد ہیں۔ براء بن عازب ناقل ہیں کہ میں سفر میں رسولخدا کے ہمرکاب تھا۔ غدیر خم میں ہم لوگ اُترے اور نماز پڑھنے کے واسطے طلب ہوئے۔ رسول خدا ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوئے اور سب نے بجماعت نماز ظہر ادا کی۔ اس کے بعد رسول خدا نے علی مرتضیٰ کا ہاتھ تھام کر جماعت سے خطاب فرمایا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میں جملہ مومنوں کے نفسوں سے اولیٰ تر ہوں سب نے کہا ہاں کہا۔ بیشک پھر فرمایا کیا نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کے نفس سے اولیٰ تر ہوں سب نے عرض کی بیشک ما آپ سب کے نفوس سے افضل و اولیٰ ہیں۔ اور علی کا ہاتھ تھام کر فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ خدایا تو دوست رکھ اُس شخص کو جو دوست رکھے علی کو اور دشمن رکھ اس شخص کو جو علی سے دشمنی کرے۔ براء کہتے ہیں کہ جناب عمر حضرت علی کے قریب آئے اور کہا مبارک ہو آپ کو اے علی ایسی صبح کی آپنے کہ ہر مومن و مومنہ کے آپ مولیٰ ہو گئے۔ صاف و واضح ہے بلا تاویل جس معنوں میں رسولِ خدا جملہ مومنین و مومنات کے مولا تھے اُنھیں معنوں میں حضرت علی بھی، ورنہ کچھ فرق و امتیاز فرمایا ہوتا اپنے اور علی مرتضیٰ کے مابین اور جناب عمر بھی اسی بنا پر مبارکباد دینے آئے تھے اور تاویل و حجت کا علاج نہیں ہے۔ دیکھو کتب احادیث و تاریخوں کو (مسند احمد بن حنبل۔ صحیح مسلم۔ تفسیر ثعلبی جمع بین الصحاح الستہ۔ سنن ابو داؤد۔ صحیح ترمذی۔ مناقب ابن مغازلی۔ مناقب اخطب خوارزمی۔ حلیۃ الاولیا ابو نعیم۔ فضائل الصحابہ سمعانی فرائد السمطین حموینی

فصول المہمہ ابن صباغ مالکی. شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید معتزلی. ینابیع المودہ)

۵

حدیث ثقلین

سعید خدری ناقل ہیں فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، میں نے تم میں دو بھاری چیزیں اپنے بعد کے واسطے چھوڑی ہیں جب تک اُن دونوں کی پیروی اور اطاعت کروگے ہمیشہ گمراہی سے بچے رہوگے ایک ان دونوں میں کا دوسرے سے بزرگ ہے۔ کتاب خدا ایک پھیلی ہوئی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ہے دوسرے میری عترت میرے اہلبیت یہ دونوں آپس سے جُدا نہ ہوں گے۔ یہانتک کہ میرے پاس حوض کوثر پر آویں۔ یہ حدیث متفق علیہ فریقین ہے اور اٹھالیس سندوں سے حدیثیں ہیں۔ کسی فریق نے انکار نہیں کیا ہے دیکھو کتب مستندہ علماء و محدثین کو مسند احمد بن حنبل۔ صحیح مسلم۔ تفسیر ثعلبی۔ مناقب ابن مغازلی۔ جمع بین الصحاح الستہ سنن ابو داؤد۔ صحیح ترمذی۔ کتاب فضائل سمعانی۔ مناقب اخطب خوارزمی۔ سیر الصحابہ امام حموینی۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔ ینابیع المودۃ۔ مطالب السؤل طلحہ شافعی وغیرہ وغیرہ

ناشر، سید ناصر حسین زیدی۔ قمر الدین برہان اسٹریٹ بمبئی نمبر ۸
طابع۔ ساہاا جسو۔ ساہا ۲۱/۱۱ آرٹ لیتھو اینڈ پرنٹنگ پریس
بمبئی نمبر (۳)